

رائیوں نے جواب دیا، آپ ہمارے آقا ہیں، ہم آپ کے منہ انہیں لگ سکتے، مگر ہمارے بڑے جیسے تھے آپ کے بڑے ہی خوب جانتے ہوں گے۔

یہ جواب راؤ جی کے سینے میں تیر کی طرح لگا کیونکہ یہ رانی سنجو گتا اور پرتھی راج کے سوئمیر کی طرف اشارہ تھا۔ غصہ میں بھرے ہوئے زنان خانہ سے باہر نکل آئے۔ اس وقت کالی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ کچھ کچھ بوندیں پڑ رہی تھیں۔ راؤ جی کی آنکھوں میں نشہ تھا۔ دل میں غصہ اور ہاتھ میں خنجر باہر نکلتے ہی انھوں نے آواز دی ”کون حاضر ہے؟ ایشور داس چارن نے آگے بڑھ کر مجرا اور بولا۔“ حضور عالی! خیر اندیش حاضر ہے۔“

راؤ جی: ”ابھی آپ جاگتے ہیں مجھے اندر نیند نہیں آئی۔ ذرا کوئی کہانی تو کہو۔ میں یہیں لیٹوں گا۔ ٹھنڈی ہوا ہے۔ شاید نیند آجائے۔“
ایشور داس: ”جو ارشاد ہو۔ تشریف رکھیے۔“

راؤ جی بیٹھ گئے اور ایشور داس کہانی کہنے لگا۔ کہانی کے سچ میں اس نے یہ دوہرہ پڑھا۔

مارواڑی زناری جیسلمیر

توری تو سندھال نراں کرمل بیکانیر

یعنی مارواڑ میں مرد جیسلمیر میں عورتیں، سندھ میں گھوڑے اور بیکانیر میں اونٹ اچھے ہوتے ہیں، راؤ جی نے اس دوہرے کو سن کر فرمایا۔ ”چارن جی! بے شک جیسلمیر کی عورتیں بہت اچھی ہوتی ہیں، پر مجھے تو وہ ذرا بھی راس نہ آئیں۔“
ایشور داس: ”یہ حضور عالی کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ جیسلمیر کی اچھی عورت او مادے تو۔۔۔“

راؤ جی: (بات کاٹ کر) ”اجی وہ تو پھیروں کی رات ہی سے روٹھی بیٹھی ہے۔“
ایشور داس: حضور گستاخی معاف! آپ نے اسے بھی معمولی عورت سمجھا ہوگا۔ خیر

چلیے بندہ ابھی میل کرائے دیتا ہے۔“

راؤ جی نے بھی خیال کیا کہ یہ چرب زبان شخص ہے کیا عجب ہے رانی کو باتوں میں لگا کر ڈھرے پر لے آئے۔ اس کے ساتھ اومادے کے محل کی طرف چلے۔ یکا یک چلتے چلتے رک گئے اور ایشور داس سے بولے۔ ”آپ چلتے ہیں مگر وہ بولیں گی بھی نہیں۔“

ایشور داس: ”حضور میں چارن ہوں۔ چارن چاہے تو ایک بار مردے کو جگا سکتا ہے وہ تو پھر بھی جیتی ہے۔“

دروازے پر پہنچ کر ایشور داس نے راؤ جی کو اپنے پیچھے بٹھالیا اور اومادے سے کہا بھیجا کے میں راؤ جی کے پاس سے کچھ کہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اومادے فوراً پردے کے پاس آ بیٹھی۔ ایشور داس نے بڑے ادب سے مجرا عرض کرنے کے بعد کہا۔ ”بائی جی سلام قبول ہو۔“

اومادے نے کچھ جواب نہ دیا۔ ایشور داس نے پھر کہا۔ ”بائی جی! میرا مجرا قبول ہو۔“ جب اس کا بھی جواب نہ ملا تو راؤ جی نے ایشور داس کے کان میں آہستہ سے کہا۔ ”دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ وہ نہ بولیں گی۔ مردہ بولے تو بولے مگر ان کا بولنا ناممکن ہے۔“

ایشور داس: ”بائی جی میں بھی آپ ہی کے گھرانے کا ہوں۔“ اسی لیے بائی جی بائی جی کرتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم دیکھتیں کہ تمہارے خاندان کو کیسا شرمندہ کرتا۔ یہ کوئی انسانیت ہے کہ میں تو مجرا عرض کرتا ہوں اور تم جواب تک نہیں دیتیں۔

اومادے نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ ایشور داس نے پھر کہا۔ ”بائی جی آپ نے سنا ہو گا کہ آپ کے بزرگوں میں راول و دوا جی تھے۔ وہ مسلمانوں سے لڑائی میں کام آئے تھے۔ ان کی رانی نے چارن ہو

پانچھی سے کہا کہ بابا جی! اگر راول جی کاسر لا دو تو میں ستی ہو جاؤں۔ ہو پانچھی میدان جنگ میں گئے۔ مگر کٹے ہوئے سروں کے ڈھیر میں راول جی کاسر پہنچانا نہ جانتا تھا۔ اس وقت ہو پانچھی نے بڑی باریک فہمی کو کام میں لا کر راول جی کی تعریف کرنا شروع کر دی اور اس کو سنتے ہی راول جی کاسر ہنس پڑا۔ ہو پانچھی اسے پہچان کر رانی کے پاس لایا۔ اس کے متعلق اب تک ایک دو ہا مشہور ہے

چارن ہوئے سیو بو صاحب درج سل

بروانتا سر بولیو، گینتا دو ہا کل

یعنی ہونپا چارن نے اپنے آقا دوا جی کی خدمت کی تھی اس لیے دوا جی کاسر اپنے وفائیکش خادم کی زبان سے اپنی تعریف سن کر ہنس پڑا۔ یہ بات گیتوں اور دو ہوں میں مشور ہے۔ سو بانی جی تم بھی اسی راول و دوا جی کے گھرانے کی ہو۔ وہ مر کر بولا۔ تم جیتی بھی نہیں بولتیں۔ کیا تمہاری رگوں میں بزرگوں کا خون نہیں دوڑتا۔“

اومادے: (جوش میں آ کر) ”بابا جی! میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔ دیکھوں تمہاری زبان میں کتنی قدرت ہے۔ کہو کیا کہتے ہو اور کیوں آئے ہو؟“

ایشور داس: تمہاری سوتیں کہتی ہیں کہ وہ اگر چہ ہنس میں پیدا ہوئیں، خود بھی چاند کی طرح روشن ہیں مگر چہرے پر میل ابھی تک باقی ہے۔ میں یہی پوچھنے آیا ہوں کہ یہ میل کیسا ہے اور کیوں باقی ہے؟

اومادے: انہی سے کیوں نہ پوچھا؟

ایشور داس: وہ تو کچھ صاف صاف نہیں بتلاتیں۔

اومادے: میں صاف صاف بتلا دوں۔

ایشور داس: اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔

اومادے: مجھ میں یہی میل کہ میں چاہتی ہوں، راؤ جی بیوی اور باندی کی پہچان رکھیں۔

ایشور داس: اب ایسا ہی ہوگا، رانی رانی رہے گی اور باندی باندی۔

اومادے: تم اس کا پکا قول دے سکتے ہو؟

ایشور داس: ہاں ابھی۔

اومادے: اچھا ہاتھ بڑھاؤ۔

ایشور داس نے راؤ جی کا ہاتھ پکڑ کر پردہ میں کر دیا۔ اومادے نے اسے دیکھا کر کہا
آہ! یہ تو وہی سخت ہاتھ ہے جس نے میرے کنگن باندھا تھا۔

ایشور داس: تو دوسرا ہاتھ کہاں سے آوے۔

یہ سن کر اومادے اندر چلی گئی اور راؤ جی بھی شکستہ خاطر ہو کر اٹھ گئے۔ مگر ایشور
داس وہیں نقش قدم کی طرح جم رہا۔ ساری رات بیت گئی۔ دن نکل آیا۔ سورج کی
گرم شعاعیں اس کی پیشانی پر لہرا نے لگیں۔ پسینے کے قطرے اس کی پیشانی سے
ڈھلنے لگے مگر اس کا آسن وہیں جم رہا اومادے نے ایک تھال میں کھانا پرس کر اس کے
لیے بھیجا مگر اس نے اس کی خاطر آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، بلکہ اندر کہا: ”بائی جی
نے میرا ذرا بھی لحاظ نہ کیا۔ مجھے یہاں مرنا ہے۔ کیا بائی جی نے کبھی چارلوں کے
چاندی کرنے کا واقعہ نہیں سنا۔ جب چارن کسی جھگڑے میں ہاتھ ڈالتے ہیں اور
راچپوت ان کی بات نہیں مانتے تو وہ اپنی مر جاد اور آبرو قائم رکھنے کے لیے خودکشی کر
لیا کرتے ہیں۔ یہ سنتے ہی اومادے گھبرائی ہوئی اس کے پاس آیا اور پوچھا کیا آپ
مجھ پر چاندی کریں گے؟“

ایشور داس: ضرور کروں گا۔ نہیں تو راؤ جی کو سنا منہ دکھاؤں گا۔

اومادے: ”تو آپ نے مجھے قول کیوں نہیں دیا۔“

ایشور داس: راجہ رانی کے جھگڑے میں، میں کیوں کر ذمہ داری لیتا۔ سچ میں پڑے

والے کا کام صرف میل کر ادینا ہے سو میں راؤ جی کو آپ کے پاس لے ہی آیا تھا۔

اومادے: انہیں لانے سے کیا فائدہ ہوا؟

ایشور داس: اور تو کوئی فائدہ نہ ہوا! ہاں میری جان کے لالے پڑ گئے۔

اومادے: خیر! یہ باتیں پھر ہوں گی! اس وقت کھانا تو کھائیے۔

ایشور داس: کھانا اب دوسرے جنم میں کھاؤں گا۔

اومادے چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد بھاری آئی اور گھبراہٹ کے لہجہ میں بولی۔

چار جی آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ بانی جی نے اب تک کچھ نہیں کھایا۔

ایشور داس: اگر بانی جی چارنوں کی اتنی عزت کرتی ہیں تو ان کی بات کیوں نہیں

مانتیں۔

بھاریلی: آپ کیا کہتے ہیں؟

ایشور داس: میں یہی کہتا ہوں کہ بانی جی راؤ جی سے یہ کچھاوٹ دور کر دیں۔ اتنے

میں اومادے نکل آئیں گے۔ جیسے مانو گی منائیں گے۔ میں نے یہ سب طے کر لیا

ہے۔

اوما: بابا جی آپ سمجھدار ہو کر ایسی باتیں کیسے منہ سے نکالتے ہیں کیا میرے

خاندان کی یہی ریت ہے۔ اور میری یہی دھرم ہے!! راؤ جی میرے سوامی ہیں۔

میں ان کی کنیز ہوں۔ بھلا میں ان سے کہہ سکتی ہوں۔ کہ آپ ایسا کیجیے ویسا کیجیے۔

میں تو روٹھنے پر بھی ان کی طرف سے دل میں ذرہ برابر کدورت نہیں رکھتی۔ اور وہ

بھی جیسی چاہئے میری عزت کرتے ہیں۔ میرا غرور میری خودداری انہی کے نبھا

نے سے نبھ رہی ہے۔ وہ چاہتے تو دم کے دم میں میرا گھمنڈ دور کر سکتے تھے۔ انہی کی

عنایت ہے کہ میں اب تک زندہ ہوں۔ خودداری ہاتھ سے کھو کر میں زندہ نہیں رہ

سکتی۔

ایشور داس: شاباش! بانی جی شاباش!! باعصمت عورتوں کے یہی انداز ہیں۔

اومادے: بابا جی! ابھی سے شاباش نہ کیجیے۔ جب یہ دھرم آخر دم تک نبھ جائے تو

شاباش کہیے گا۔

ایشور داس: اچھا تو پھر تم کیا چاہتی ہو؟

امادے: کچھ نہیں تم بھوجن کرو تو میں بھی کچھ کھاؤں۔

ایشور داس: تم جاؤ کھانا کھاؤ۔ میں تو تب کھاؤں گا جب تم میرا کہنا مان لوگی۔

امادے: اچھا کہو کون سی بات کہتے ہو؟

ایشور داس: راؤ جی سے روٹھنا چھوڑ دو۔

امادے: راؤ جی اگر میری جان مانگیں تو دے سکتی ہوں مگر میرا دل ان سے اب نہ

ملے گا۔

ایشور داس: میرے کہنے سے ملانا پڑے گا۔

تھوڑی دیر تک امادے سوچتی رہی۔ پھر بولی ”میرا جی نہیں چاہتا کہ جو بات
ٹھان لوں اسے پھر توڑ دوں۔ یہ میری عادت کے بالکل خلاف ہے۔ مگر آپ کی ضد
سے لاچار ہوں۔ خیر! آپ کی بات منظور۔“

ایشور داس: (خوش ہو کر) بانی جی! تم نے میری لاج رکھ لی۔ یقین مانو راؤ جی تم
سے باہر نہیں۔ جو کچھ تم کہو گی وہی کریں گے۔

امادے: میں ان سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ انہیں سب باتوں کا اختیار ہے۔ مگر ہاں
اگر اپنی عادت کے خلاف پھر کوئی بات دیکھوں گی تو ایک دم ان کے یہاں نہ ٹھہروں
گی۔

ایشور داس: بہت اچھا یہی ہے۔ کہو تو راؤ جی کو لے آؤں یا اگر تم چلنا قبول کرو تو
سکھ پال کا انتظام کروں۔

اما: ابھی نہیں رات کو چلوں گی۔ آپ اب کھانا کھائیں۔

ایشور داس: پہلے میں راؤ جی کو مبارکباد دے آؤں۔

ایشور داس خوش خوش راؤ جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور امادے نے پھر سے

کھانا بنوا کر اس کے ڈیرے پر بھجوا دیا۔

رانی پھر روٹھ گئی

راؤ جی مارے خوشی کے جامہ میں پھولے نہیں ساتے معشوق کے انتظار میں گھڑیاں گن رہے ہیں۔ راج محل سجایا جا رہا ہے۔ ناپنے گانے والیاں جمع ہو گئیں۔ گانا ہو رہا ہے۔ شراب کا دور چل رہا ہے۔ اومادے کو بلانے کے لیے لونڈی بھیجی جا رہی ہے۔ مگر ابھی تک رانی کا بناؤ سنگار پورا نہیں ہوا۔ مانگ میں موتی بھرے جا رہے ہیں۔ چوٹی گوندھی جا رہی ہے۔ مشاطہ اسے حور بنا دینے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کا جی ابھی تک راؤ جی کی طرف مائل نہیں ہے۔ خود داری الگ دامن کھینچ رہی ہے اور دل الگ مچل رہا ہے۔ ابھی تک جی پس و پیش میں ہے کہ جاؤں یا نہ جاؤں۔ طبیعت کسی بات پر نہیں جمتی کیسے جاؤں۔ کونسا منہ لے کر جاؤں۔ کہیں وہ یہ خیال نہ کرنے لگیں کہ آخر جھک مار کے آئیں۔ نہیں نہیں میرا جانا مناسب نہیں، مگر قول ہار چکی ہوں۔ نہ جاؤں گی تو جھوٹی ٹھہروں گی۔ وہ اسی پس و پیش میں تھی کہ پھر بلاوا آیا۔ اومادے نے بھاریلی سے کہا تو جا کر کہہ دے آتے آتے آویں گی۔ ایسی کیا جلدی ہے؟ بھاریلی یہ سن کر سہم گئی۔ کانپتے ہوئے بولی۔ بانی جی کیا اندھیر کرتی ہو۔ مجھے کیوں بھیجتی ہو۔ کیا اور خواہیں نہیں ہیں۔ اومادے نے کہا کوئی ہرج نہیں۔ یہ جواب دے کر جلدی سے چلی آؤ وہاں ٹھہرنا نہیں۔ تجھے پھر میرے ساتھ چلنا ہوگا۔

لاچار ہو کر بھاریلی گئی۔ راؤ جی کی نظر جوں ہی اس پر پڑی وہ رانی کو بھول گئے۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھالیا۔ وہ بہت کہتی رہی کہ جو میں کہنے آئی ہوں اسے سینے اور مجھے جانے دیجیے۔ نہیں تو رنگ میں بھنگ پڑ جائے گا۔ راؤ جی بولے کچھ نہیں ہوگا، تو چھوٹ موٹ ڈرت ہے۔ بھٹانی نے تجھے میری دل لگی ہی کے لیے بھیجا ہے۔ جب تک وہ نہ آویں تو یہیں رہ۔ پھر چلی جانا۔ راؤ جی شراب کے نشہ میں چور ہیں۔ بھاریلی سے چمٹے جاتے ہیں اپنی دھن میں نہ اس کی بات سنتے ہیں نہ اسے جانے

دیتے ہیں یہاں تک کہ ناپنے گانے والیاں بھی محفل کے رنگ دیکھ کر وہاں سے کھسک جاتی ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد رانی اومادے بناؤ سنگار کیے آئیں۔ دیکھا تو راؤ جی بھاریلی کو لیے بیٹھے ہیں۔ اسی دم اٹے قدم واپس ہوئیں۔ جی میں کہا اچھا ہوا۔ میں بھی یہی چاہتی تھی کہ میری خودداری ہاتھ سے نہ جائے۔

ادھر بھاریلی نیجوں ہی رانی کو دیکھا گھبرا کر اٹھی اور کھڑکی سے نیچے کود پڑی۔ وہاں بھاگانام کا ایک سنتری پہرہ پر تھا۔ زیور کی جھنکار سن کر چوکننا ہوا۔ اوپر دیکھا تو بھاریلی نیچے کو گر رہی ہے۔ لپک کر اسے بچا لیا اور اس سے پوچھنے لگا تو کون ہے؟ پرستان کی پری ہے یا اندر کے اکھاڑے کی حور۔ بھاریلی نے انگلی لبوں پر رکھ کر کہا چپ! اپنی جان کی خیر چاہتا ہے تو ابھی مجھے یہاں سے نکال لے چل۔ نہیں تو ہم تم دونوں مارے جائیں گے۔ بھاگانے کہا میں راؤ جی کا نوکر ہوں۔ بلا حکم یہاں سے ہل نہیں سکتا۔ پہرہ پورا کر لوں تب جو کچھ تو کہے گی وہ کروں گا۔ بھاریلی نے گڑ گڑا کر کہا اس وقت تو مجھے اپنے ڈیرے پر پہنچا دے پھر جیسا ہو گا دیکھا جائے گا۔ بھاگانام کا ڈیرا ایشور داس کے پاس ہی تھا۔ چارن جی نے جوں ہی اسے دیکھا پہچان گئے۔ جھٹ پٹ راؤ جی کے پاس پہنچے۔ وہ گھبرائے ہوئے بیٹھے تھے۔ سب کا نشہ ہرن ہو گیا۔ ایشور کو دیکھتے ہی بہت اداس ہو کر بولے میرے ہاتھوں کے تو دونوں ہی طوطے اڑ گئے۔

ایشور داس: ان میں ایک تو اڑ جانے ہی کے قابل تھا۔ اس کا کیا افسوس۔ بھاگانام سپاہی سے فرمائیے اسے اسی دم جیسا میرا پچا آوے۔ نہیں تو دوسرا طوطا کبھی آپ کے ہاتھ نہ آئے گا۔

راؤ جی: ”اگر آپ یہی مرضی ہے تو بھاگانام سے جو چاہے کہہ دیجیے۔“ ایشور داس نے اس وقت جا کر بھاریلی کو ایک سائنڈ فی پر سوار کرا کے بھاگانام کی محافظت میں جیسا میر کی

طرف روانہ کر دیا اور واپس آ کر راؤ جی کو اطلاع کی۔

راؤ جی: ”اب تو بھٹانی جی ناراض ہوں گی۔“

ایشور داس: ”یہ میں نہیں کہہ سکتا کیوں کہ آپ ان کا مزاج جانتے ہیں۔“

راؤ جی: ”ہاں! اسی خوف سے تو میں ان کے پاس گیا نہیں، آپ جا کر دیکھئے۔ اگر ہو سکے تو منالائے۔“

ایشور داس: ”اب ان کا آنا بہت مشکل ہے، پر میں جاتا ہوں۔“

ایشور داس نے جا کر دیکھا، راج محل سونا پڑا ہے، اور رانی برج میں جا بیٹھی ہیں۔ خواصوں نے چاندنی تان کر پردہ کر دیا ہے۔ لونڈیاں باندیاں پہرے پر ہیں۔ پردہ کے قریب اور دو بیگمات برہنہ تلواریں لیے کھڑی ہیں۔

ایشور داس کی جرأت نہ ہوئی کہ نزدیک جائے۔ دور ہی سے دیکھ کر لوٹ آیا اور راؤ جی سے سب ماجرا کہہ سنایا۔

راؤ جی: (جھنجھلا کر) کیا بھٹانی جی برج میں جا بیٹھیں، یہ کیا حرکت کی؟“

ایشور داس: ”شاید اس برج کے بھاگ جا گئے والے تھے۔ آج وہاں وہ رونق ہے جو کبھی پر تھی راج چوہان کے تحت کو بھی نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ چاندی کا پردہ پڑا ہے۔ نگلی تلواروں کا پہرہ ہے۔ میری تو وہاں جانے کی ہمت نہ پڑی۔ اور کیا عرض کروں۔“

راؤ جی: (استعجاب سے) کیا واقعی نگلی تلواروں کا پہرہ ہے؟“

ایشور داس: ”جی ہاں مہاراج! یقین نہ ہو تو خود چل کر ملاحظہ فرما لیجئے۔“

راؤ جی: ”تب تو ان کا ماننا بالکل ناممکن ہے۔“

ایشور داس: ”حضور صحیح فرماتے ہیں، رانی نے مجھے سے پہلے ہی یہ شرط کروائی تھی۔ آپ نے بڑا غضب کیا کہ ایسے نازک معاملہ میں ان کے مزاج کے خلاف کیا۔ جب ایک مرتبہ ایسی حرکت کا ناگوار تجربہ آپ کو ہو چکا تھا تو دوسری مرتبہ ضرور

ہوشیار ہونا چاہیے تھا۔ رانی کی جانب سے ان کے دل میں دغدغہ موجود تھا اور محض آپ کی آزمائش کے لیے انہوں نے بھاریلی کو بھیجا تھا۔“

راؤ جی: ”ہونہار نہیں ملتی۔ میں بھی بہت پچھتاتا ہوں۔ پہلی بار بھی بھاریلی کی بدولت بگاڑ ہوا تھا۔“

ایشور داس: ”خیر وہ تو کسی طرح سے دور ہوئی، بلا ٹلی۔“

راؤ جی: ”اس کا بھی مجھے افسوس رہے گا۔ اس بے چاری کی کوئی خطا نہ تھی۔“

ایشور داس: ”(قطع کلام کر کے) ابھی تو بھٹانی جی دو چاروں تک محل آتی نہیں۔

ان کے لیے کیا انتظام کیا جائے؟“

راؤ جی: میں تو کل چلا جاؤں گا۔ مجھے بیکانیر پر چڑھانی کرنی ہے۔ یہاں کا کچھ انتظام مناسب تھا پہلے ہی رد کر دیا گیا ہے۔ ہمایوں بادشاہ کے آنے کی خبر تھی وہ بھی نہیں آیا۔ پھر بیکار وقت کیوں ضائع کروں۔ تم یہاں رہو اور اس برج کے پاس قنا تیں کھڑی کروا کے پہرہ چوکی کا پورا پورا بندوبست کرو۔ جب بائی کا مزاج ذرا دھیمّا ہو تو سمجھا بجھا کر جو دھ پور لے آنا میں قلعہ دار سے کہہ دوں گا۔“

راؤ جی یہ کہہ کر دوسرے دن اتمیر سے روانہ ہو گئے۔ دیوان نے ان کے حکم سے رام سر پرگنہ رانی اومادے کی جاگیر میں لکھ کر پٹہ ان کے پاس بھیج دیا۔ اب اتمیر میں رانی کی عملداری ہے۔ قلعہ دار اس کی ڈیوڑھی پر پہرہ قناعت کا انتظام کر کے روز شام سویرے سلام کو حاضر ہوتا ہے۔ اتمیر کا فوجدار روز رانی کی ڈیوڑھی پر مچرے کے لیے آتا ہے۔ اور اسی کی صلاح اور حکم سے اپنا کام انجام دیتا ہے۔ اومادے کا نام اب روٹھی رانی مشہور ہو گیا ہے، وہ برج بھی اب روٹھی رانی کا برج کہلانے لگا ہے اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔

جو دھ پور پہنچ کر اومال دیو نے سنا کہ بنگال میں ہمایوں اور شیر شاہ سے لڑائی چھڑ گئی اور دلی آگرہ خالی پڑا ہے۔ پس اس وقت انہوں نے بیکانیر کا خیال ترک کر دیا

اور پورب کی طرف لوٹ پڑے اور ہندوں بیانا تک فتح کرتے چلے گئے وہاں سے
لوٹ کر 1592ء میں بیکانیر بھی جیت لیا۔

اس اثناء میں شیر شاہ ہمایوں کو سندھ میں بھگا کر آگرہ پہنچا۔ اس کے آتے ہی وہ
سب راجے، رئیس، ٹھا کر جن کے علاقے مالدیو نے دبا لیے تھے بیکانیر کی سرپرستی
میں شیر شاہ کے دربار میں فریاد کے لیے حاضر ہوئے اور اسے راؤ پر حملہ کرنے کے
لیے آمادہ کرنے لگے۔ مالدیو بھی بے خبر نہ تھا۔ اسی ہزار سوار شیر شاہ کے مقابلے کے
لیے فراہم کئے اور ایشور داس کو لکھا کہ آپ روٹھی رانی کو لے کر چلے آئیے اور اتمیر کے
قلعہ میں جنگی بندوبست کرا دیجیے۔ روٹھی رانی مروں گی۔ راؤ جی کو لکھ دو۔ یہ قلعہ
میرے بھروسے پر چھوڑ دیں۔ اور باقی سلطنت کی محافظت کا انتظام کریں۔

راؤ جی نے جواب دیا کہ اتمیر میں شیر شاہ لڑیں گے۔ وہاں رانی کا رہنا مناسب
نہیں اگر انھیں ایسی ہی راجپوتی کے جوہر دکھانے کی خواہش ہے تو جو دھ پور کا قلعہ
حاضر ہے۔ ہم اسے بالکل انہیں کے بھروسہ پر چھوڑ دیں گے۔ ان کو بہت جلد لاؤ۔
ایشور داس نے تب رانی سے کہا۔ ”بائی جی! مہاراج کو آپ کی بات منظور ہے مگر
اتمیر کے بدلے جو دھ پور کا قلعہ آپ کو سونپا جائے گا۔ آپ وہاں تشریف لے
چلیے۔ وہ اپنا گھر ہے اتمیر تو پرانی جائیداد ہے۔ تھوڑے ہی دنوں سے ہمارے قبضے
میں آیا ہے۔ رانی نے کہا بہت خوب۔ جو راؤ کی مرضی ہو۔ اتمیر نہ سہی جو دھ پور
سہی۔ سواری کا انتظام کرو۔ اگر یہ موقع نہ آ جاتا تو میں یہاں سے ہرگز نہ جاتی۔“

سو تیاہ ڈاہ

ایشور داس نے اتمیر کے حاکم اور قلعہ دار سے جنگی تیاریوں کا انتظام کرنے کے
لیے کہا۔ اسی اثناء میں جو دھ پور سے سروپ دئی اور دیگر رانیوں نے اس کے پاس
ایک بڑی رشوت بھیجی اور استدعا کی کہ جس طرح ممکن ہو اس بلا کو وہیں رہنے دو۔ وہ
کسی طرح جو دھ پور نہ آنے پائے۔ اتمیر سے چلتے وقت ہم نے آپ سے یہی بات

کہی تھی۔ اور اب تک آپ نے اس بات کا خیال رکھا ہے۔ اب بھی وہ تمہارے ہی روکے رکھ سکتی ہے۔ دوسرا سے کوئی نہیں روک سکتا۔ آپ راؤ جی کو سمجھائیے کہ ایسا ہر گز نہ کریں ہم اس عنایت کے لیے آپ کے بچے احسان مند ہوں گے چارن جی رشوت پا کر ننانوے کے پھیر میں پڑ گئے۔ کہاں تو روز تیار کی بہت تاکید کیا کرتے تھے۔ کہاں اب ڈھیلے پڑ گئے اور تیار میں بھی توقف ہونے لگا۔

ایک اور نیا گل کھلا۔ ہمایوں نے جوشیر شاہ سے شکست کھا کر سندھ بھاگ گیا تھا، جب سنا کہ راؤ جی لڑائی کی تیار کر رہے ہیں تو ان کے پاس ایک ایلچی یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ تنہا شیر شاہ سے جنگ آزمائی ہر گز نہ کیجیے گا۔ میں بھی آپ کا ساتھ دینے کو آ رہا ہوں۔ ہم دونوں مل کر اسے شکست دیں گے۔ اس مدد کے عوض میں آپ کو کجرات فتح کرادوں گا۔ راؤ جی نے یہ بات مان لی اور پھر بادشاہ کو لکھا کہ آپ جیسل میر ہو کر تشریف لائیے گا۔ وہاں والے ہمارے رشتہ دار ہیں۔ وہ آپ کا ضرور ساتھ دیں گے۔ ادھر ایشور داس کو تاکید کی رانی کو لے کر جلد آؤ۔ ہم تمہیں کچھ ضروری کام کے لیے راول جی کے پاس جیسل میر بھیجیں گے۔ راؤ جی کا منشا تھا کہ اس طرح ہمایوں کی اعانت کر کے اسے تخت پر بٹھا دیں اور اس کے نام سے سارا ملک اپنے تخت میں لائیں۔

ایشور داس نے ان اہم فرائض کی بجا آوری میں اپنا زیادہ فائدہ دیکھا۔ جلد حاکم شہر اور قلعہ دار سے سواری کا انتظام کرالیا اور روٹھی رانی کو بڑے کروفر کے ساتھ جودھ پور روانہ کر دیا۔ دوسری رانیوں نے جب یہ خبر سنی تو ہاتھ پیر پھول گئے کہ اب یہ بلا آپہنچی نہیں معلوم اس کے پاس کیا جادو ہے کہ راؤ جی اس کی بات نہ پوچھنے پر بھی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔ اب اسے قلعہ سوئپ کر آپ لڑنے جائیں گے۔ خوب! عورت کیا ہے جادو کی پڑیا ہے۔ بھلا جب قلعہ اس کے اشارے پر چلے گا تو ہماری زندگی دو بھر ہو جائے گی۔ ہم سے اس کی حکومت برداشت نہ ہوگی۔ اس

میں کیا سرخاب کا پر لگا ہے کہ قلعہ اس کو سونپا جاتا ہے۔ وہ جادوگرنی ہے۔ جادوگرنی نے ساٹھ کوس سے وہ منتر مارا کہ جس کا اتار نہیں۔ ظالم، دغا باز، ایشور داس بھی اپنی طرف آ کر پھر ادھر ہو گیا۔

ایک خواص نے رانی کی یہ گفتگو سن کر کہا کہ ایشور داس پھوٹ گیا تو کیا ہوا۔ اس کا چچا آسا جی تو یہیں موجود ہے۔ اس سے کام لیجیے۔ وہ ایشور داس سے بہت زیادہ ہو شیار ہے۔ رانیوں کو یہ صلاح پسند نہ آئی۔ جہانی رانی نے اسی خواص کو آسا جی کے پاس بھیجا اور کہا ایا کہ تمہارا بھتیجا وہاں بیٹھے بیٹھے بڑی بے انصافی کر رہا ہے۔ ہمیں تو اب آپ کے سوا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ آپ ہی ہمارا کام کر سکتے ہیں۔ کسی طرح اس بلا کو روکیے ورنہ ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔ آسانی کہا وہ ناخلف میرے کہنے میں نہیں ہے اور جو کچھ حکم ہوا اسے بجالاؤں۔

جہانی رانی: ”بھٹانی یہاں ہرگز نہ آنے پائے۔“

آسا جی: ”بہت اچھا۔ ایسا ہی ہوگا۔ نہ آنے پائیں گی۔“

جہانی رانی: ”کیسے نہ آئیں گی۔ وہ تو چل دی ہیں۔ کل پرسوں تک آپہنچیں گی۔“

آسا جی: ”آپ خاطر جمع رکھے میں راستے میں روک دوں گا۔“

رانیوں نے زر مال سے آسا جی کو مالا مال کر دیا اور کہا کہ اگر آپ ہمارا کام کر دیں گے تو ہیرے جواہر سے آپ کا گھر بھر دیا جائے گا۔ آسا جی نے راؤ جی سے یہ بہانہ کیا کہ ایک ضروری کام سے گھر جا رہا ہوں اور اجازت پاتے ہی ابمیر کی طرف چلا جاؤں گا۔ جب جو دھ پور سے پندرہ کوس سانسہ گاؤں کے قریب پہنچا تو اسے دور سے ہاتھ کا نشان دکھائی دیا اور نثارے کی صدا کان میں آئی۔ سمجھ گیا کہ روٹھی رانی کی اصدا کان میں آرہی ہے۔ سواری کا دور تک تانتا لگا تھا۔ ہاتھی کے پیچھے اونٹوں کا نوبت خانہ تھا۔ اس کے پیچھے گھوڑوں پر نثارہ بچ رہا تھا۔ ذرا اور پیچھے سجے ہوئے جنگجو اونٹ اور پھر چیلوں کا جھنڈا ہوا میں لہراتا دکھا دیا۔ جھنڈے

کے پیچھے جنگ جو دلاور راٹھوروں کا ایک رسالہ تھا۔ پھر ایک بندو قچیوں کی قطار۔ ان کے عقب میں تیر انداز اور اس کے بعد ڈھال تلوار والے راجپوت تھے۔ ذرا اور پیچھے ہٹ کر کوئل ہاتھی اور گھوڑے سونے چاندی میں غرض زردی و زہفت کے سامان کے لیس خوش خرامی کرتے چلتے تھے۔ ان کے بعد نقیب اور چوہدر سونے چاندی کے عصا لیے راستہ صاف کرتے چلتے تھے۔ چار دن ایشور داس جی بھی پانچو ہتھیار لگائے اونچی بنے ایک سبگ خرام رہوار پر اکڑے بیٹھے تھے۔ جیوں ہی ان کی نظر اپنے چچا آسا جی پر پڑی۔ گھوڑے سے اتر کر مجرا کیا اور پوچھا آپ یہاں کہاں؟ آسا جی بولے بانی جی کی پیشوائی کرنے آیا ہوں۔ دونوں وہی کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے جلوس بڑھتا چلا گیا۔ انہیں کے جھرمٹ میں رانی اومادے کا سنہرا سکھیاں تھا۔ اس پر زری کا گہرا گلابی پردہ پڑا تھا جا بجا بیش بہا جواہرات اور رنگینے جڑے ہونیت تھے جن پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ کہاں اطلس و کنو اب کے لباس پہنے ہوئے تھے اس مغرق سکھیاں کے پیچھے نگلی تلواروں کا پہرہ تھا پھر کئی زنانی سواریاں پالکیوں، پینسوں اور رھوں میں تھیں ان کے پیچھے راٹھوروں کا ایک رسالہ اور رسالہ کے پیچھے فرش خانہ، توشہ خانہ، رسد خانہ اور دیگر لوازمات سپاہ کی اونٹ گاڑیاں تھیں۔ آسا جی کے ہمراہی کہتے تھے کہ دیکھیں آسا جی کیسے اس دھوم دھڑکے سے چلتی ہوئی شاہانہ سواری کو روک دیں گے جس کے آگے کوئی چوں نہیں سستا۔ اتنے میں روٹھی رانی کا سکھیاں آسا جی کے برابر آ پہنچا۔ اس نے بڑے ادب سے چوہدر کو آواز دی اور کہا کہ بانی جی سے عرض کرو کہ آسا چارن مجرا کرتا ہے اور کچھ عرض بھی کرنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ دو ہار پڑھا۔

مان رکھے تو پیون تج پور رکھے تاج ماں

دومی ہاتھی باندھئے اکیڑ کتھموٹھان

یعنی اگر خود داری نبھانا چاہتی ہو تو شوہر کو ترک کرو اور شوہر کے خطر چاہتی ہو تو

خودداری چھوڑو کیوں کہ ایک ہی تھان میں دو ہاتھی نہیں باندھی جاسکتے۔

یہ دو ہانستے ہی روٹھی رانی کا جوش پھر تازہ ہو گیا اور دل قابو میں نہ رہا۔ فی الفور حکم دیا کہ ابھی سواری لوٹے۔ جو ایک قدم بھی آگے رکھے گردن زدنی سمجھا جائے گا۔ سب لوگ حیرت میں آ گئے کہ یہ کیا ہوا۔ یکا یک یہ کایا پٹ کیوں کر ہوئی، ایشور داس نے بہت زور مارا۔ ہاتھ جوڑے پیروں پر اساری لسانی خرچ کر ڈالی۔ مگر آساجی کے جادو بھرے لفظوں کے سامنے اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ سردار سپہ سالار ہر چند آرزو منت کرتے رہے مگر اس نے کسی کی نہ سنی۔ اسی کو سانہ گاؤں میں ڈیرے ڈلوائے۔ آساجی کو ابھی تک دغرنہ تھا کہ کہیں لوگوں کے کہنے سننے سے رانی کا ارادہ پھر نہ پلٹ جائے پس جوں ہی ڈیرے پڑ گئے وہ در دولت پر حاضر ہوا اور مجرا کر کے کہا۔ ”بائی جی! آپ پر ہزار آفیس ہے۔ آپ نے جو ٹھان ٹھانی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔“

رانی: ”باباجی وہ دو ہا پھر پھر پڑھیے۔ بہت اچھا اور سچا ہے۔ میں اپنی ٹیک کبھی نہیں چھوڑوں گی۔“

آساجی: (دو ہا پڑھ کر) بائی جی! راجاؤں میں سچا مالی در یودھن ہوا۔ اسی کل میں آپ ہیں۔ رانیوں میں آپ کا سا اپنی بات پر قائم رہنے والا کوئی اور نہیں ہے۔ رانی: ”باباجی در یودھن نام کا تو ایک ہی راجہ ہوا ہے۔ پھر ابھاگی اما کے نام کی تو کئی رانیاں ہوئیں ان میں ایک کے نام کا یہ دو ہا مشہور ہے۔

بارد یو چھندو کیو۔ مو کیو مان مردم

اما پیو نہ چکھیو۔ اٹرو لیکھ کرم

یعنی ہار دیا۔ چھپایا۔ عزت کھوئی۔ پھر بھی اما کو شوہر کا سکھ نصیب نہ ہوا۔ اس کی قسمت کی آڑاڑ بڑ گئی۔

آساجی: ”بائی جی! وہ تو اما سا نکھیلی تھی اور تم اما بھٹانی ہو دوں کا گھر نا بھی ایک

نہیں۔“

رانی: (رو کر) ”باباجی دو ہے میں صرف اما کہا ہے۔ آنکھیلی اور بھٹانی کون جانے۔“

آسا جی: ”کیوں نہ جانے یہ دو بااچل داس کا کہا ہوا ہے۔ اما دئی سا نکھیلی اس کی رانی تھی۔ اسے سب جانتے ہیں کیا تم نہیں جانتیں؟“

رانی: ”میرے اور تمہارے جاننے سے کیا ہوتا ہے۔ دو ہے میں تو کوئی تشریح نہیں کی میرے اور تمہارے پیچھے کون جانے گا؟“

آسا جی: تمہارے پیچھے تک اگر جیتا رہا تو تمہارے نام کو زندہ جاوید بنا جاؤں گا۔
رانی: ”بڑی خیریت ہوئی کہ آپ آگئے۔ اگر آپ نہ آتے تو نہ جانے کیا ہوتا آپ کے بھتیجے کے دم دھاگوں میں آکر میں اپنی مر جا دا چھوڑ دیتی تو سوتینیں مجھ پر نہستیں اور کہتیں کہ بس اتنا ہی پانی تھا۔!“

اتنے میں چوہدار نے التماس کی کہ ایشور داس حاضر ہے۔ آسا جی یہ سنتے ہیں کٹھک گئے۔ ایشور داس نے آکر کہا۔ ”بائی جی! آپ نے یہ کیا ستم کیا۔ چلتی سواری راہ میں ہی ٹھہرائی۔ راؤ جی آپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں۔ سار رام سنگھ رائے مل اودے سنگھ اور چندر سین وغیرہ آپ کی پیشوائی کے لیے تیار ہیں۔ سارے شہر میں جشن ہو رہا ہے کہ روٹھی رانی تشریف لاتی ہیں اور راؤ جی انہیں قلعہ سونپ کر لڑنے جاتے ہیں۔ بھلا یہاں رک جانے سے لوگ اپنے دل میں کیا سمجھیں گے۔“
رانی: انتظام جو ہو وہ میرے سپرد کریں اور خود شوق سے لڑنے جاویں۔ راجپوتوں کے دشمنوں سے لڑنے میں تامل نہ کر جائیے۔

ایشور داس: ”کیا اندھیر کرتی ہو۔ یہاں رہ کر کیا کرو گی۔ راؤ جی نے اپنے پرائے سب سے دشمنی پیدا کر رکھی ہے۔ سارے خاندان میں نفاق پھیلا ہوا ہے۔ بیرم دیو میٹر تیار اور مارواڑ کے دوسرے ٹھاکراور جاگیردار جن کی زمین راؤ جی نے چھین

لی ہے۔ شیرشاہ کے پاس فریاد لے کر گئے ہیں۔ ایک طرف سے شیرشاہ اور دوسری طرف سے ہمایوں کے آنے کی خبریں اڑ رہی ہیں ایسی حالت میں تو یہی مناسب ہے کہ آپ جو دھ پور چل کر قلعہ کی نگرانی کیجیے۔“

رانی: ”بادشاہ آتے ہیں تو آنے دو۔ مجھے ان کا کیا ڈر پڑا ہے۔ میں نے تو تم سے جو بات اب میر میں کہی تھی وہی یہاں بھی کہتی ہوں۔ راؤ جی اگر کوئی کام میرے سپرد کریں گے تو میں یہاں بیٹھے بیٹھے ہی جو دھ پور سنبھال لوں گی۔ راؤ جی جہاں چاہیں جائیں۔ اب جو دھ پور نہ جاؤں گی۔ ہاں اگر راؤ جی کی مرضی ہو تو راؤ سر میں جا رہا ہوں۔“

ایشور داس کہہ سن کر ہار گئے۔ جب کچھ بس نہ تو جو دھ پور آ کر راؤ جی سے عرض کی کہ میں تو بانی جی کو یہاں آنے پر راضی کر لیا تھا مگر آسا جی نے بنی بات بگاڑ دی۔ ساری محنت پر پانی پھیر دیا۔ آپ نے اسے بھیجا کیوں! رانی اومادے کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔ آسا جی نے جاتے ہی مان مر جادو کا ذکر ٹھیکہ دیا بس وہ مچل گئیں۔ اور کوسانے میں ڈیرے ڈال دیئے۔ میں نے بہت عرض معروض کی مگر انھوں نے ایک نہ سنی کسی نے پاگل سے پوچھا۔ گاؤں کیوں جلایا۔ اس نے کہا خوب یاد دلایا اب جلاتا ہوں۔“

راؤ جی: ”پھر اب کیا کرنا چاہیے کسے بھیجوں؟“

ایشور داس: ”مجھے تو ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو انہیں جا کر منائے۔ اور وہ بھی آسا جی کے ہوتے۔“

راؤ جی: ”آسا جی تو مجھ سے گھر جانے کی رخصت لے گئے تھے۔“

ایشور داس: ”بس اس میں کچھ چال ہوئی۔“

راؤ جی: ”چال کیسی؟“

ایشور داس: ”کوئی خاص بات نہیں کہتے کہتے رک گئے کیوں کہ خود بھی رشوت

ہضم کیے بیٹھے تھے۔“

راؤ جی: ”تو کچھ سوچو کیا کرنا چاہیے؟“

ایشور داس: ”فی الحال تو آساجی کو حکم ماننا چاہیے۔ کہ یہاں سے چلے جائیں۔ پھر دیکھا جائے گا۔“

اتنے میں ہمایوں سندھ سے مارواڑ میں آیا اور آگرہ سے شیرشاہ کے سفیر راؤ جی کے پاس یہ پیغام لے کر پہنچے کہ ہمایوں کو پکڑنا ہرگز نہ جانے دینا۔ اس کے بدلے میں کجرات فتح کر کے تمہیں دیا جائے گا۔ یہ سن کر راؤ جی بددھائیوں پڑ گئے۔ یہ خبر ہمایوں نے بھی سنی۔ ادھر نہ آیا اوپر ہی اوپر لوٹ گیا۔ اس کے ہمراہیوں نے مارواڑ میں گاؤ کشتی کی تھی۔ راؤ جی نے اس شرانگیزی کا انتقام لینے اور نیز شیرشاہ کی نظروں میں وفادار بننے کی غرض سے اپنی فوج ہمایوں کے پیچھے روانہ کی مگر وہ بچ کر نکل گیا۔

راجپوتوں کی بہادری

شیرشاہ نے جب سنا کہ ہمایوں صاف بچ کر نکل گیا تو اس شک ہوا کہ راؤ جی کی ضرور اس سے سانھ گانھ ہے۔ بگڑ گیا اور فوراً مارواڑ پر چڑھ دوڑا۔ راؤ جی اقمیر جانے کو تو پہلے ہی سے تیار تھے۔ اب میڑتہ کا راستہ چھوڑ کر جیتارن کے راستہ سے چلے۔ جودھ پور کے فوجدار نے راؤ جی کے حکم سے کوسانہ میں جا کر رانی اومادئی کے جلوس کا انتظام میڑتہ کے حاکم سے لے لیا۔ میڑتہ کے حاکم اور آساجی دونوں رخصت ہوتے وقت رانی کے سرکار سے خلعت پائے۔ حاکم میڑتہ کو کیا۔ آساجی جیسلمیر سدھارے۔ راؤ جی نے نادر شاہی حکم دے دیا تھا۔ کہ تم آج سے ہماری سلطنت میں نہ رہنا۔

جب راؤ جی اقمیر پہنچے تو شیرشاہ نے سنا کہ ان کے پاس 80 ہزار سوار ہیں۔ سنتے ہی سناٹے میں آگیا۔ ہیاؤ چھوٹ گیا۔ آگے قدم نہ اٹھے مگر بیرم جی میڑتہ نے کہا آپ چلیں تو سہی میں راؤ کو دم کے دم سے بھگائے دیتا ہوں۔ ہندوؤں میں ناچاقی

و نفاق نے ہمیشہ ملک ویران کیے ہیں اور غیروں سے ہمیشہ زکیں دلائی ہیں۔ یہ بیرم جی میڑتہ کا سردار اور اس بہادر جمیل کا باپ تھا۔ جس نے چتوڑ کے محاصرہ میں اکبر کو ناکوں چنے چبوائے تھے اور جس کے نام پر آج تک سارا راجستھان ناز کرتا ہے۔ راؤ جی نے اسے میڑتہ سے نکال دیا تھا۔ اسی کا انتقام لینے کے لیے وہ شیر شاہ سے جا ملا تھا۔

شیر شاہ کو بیرم جی کے کہنے کا یقین نہ ہوا۔ وہ پھونک پھونک کر قدم دھرتا آگے کو چلا مگر جب اب میر بہت قریب رہ گیا تو اس نے ان سے کہا کہ اب آپ اپنی ہوشیاری دکھائیے۔ بیرم نے کہا بہت خوب چنانچہ اس نے راؤ مال دیو جی کے سرداروں کے نام فارسی میں اس مضمون کے فرمان لکھے۔

”ہم آپ صاحبوں کے متواتر تقاضوں سے مجبور ہو کر یہاں تک آپہنچے ہیں۔ اب آپ لوگ اپنے عہد و پیاں کے مطابق راؤ جی کو گرفتار کر کے ہمارے پاس لے آئیں۔ خرش کے لیے فیروزیاں بھیجی جاتی ہیں۔“

بعد ازاں متعدد ڈھالیں منگا کر ایک فرمان ان کی گدی میں رکھ کر سی دیئے اور جس ڈھال میں جس سردار کا نام فرمان تھا وہ اسی سردار کے پاس بھیجنے کے لیے بھیجا اور بیچنے والے سے کہہ دیا کہ وہ جس دام میں لیں دے آنا۔ نفی نقصان کا خیال نہ کرنا۔ پھر کئی فیروزیاں شیر شاہی خزانہ سے لے کر کچھ تو آپ رکھ لیں اور باقی اپنے آدمیوں کے ہاتھ راؤ جی کے اردو بازار میں سوارستے داموں میں بکواڈالیں۔ اس طرح راؤ جی کے سرداروں نے لڑائی کی ضرورت ڈھالیں سستی مہنگی خریدیں۔

یہ کاروائی کر کے رات کو بیرم جی راؤ مال دیو کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ نے میڑتہ مجھ سے چھین لیا اور بیکانیر کے راؤ جیستی کو مار ڈالا۔ لہذا اگر شیر شاہ سے مل جائیں تو حق بجانب ہے، پر آپ کے سردار اس سے کیوں ملنے گئے ہیں۔ غالباً انہوں نے خوب رشوت لی ہے۔“

راؤ جی: ”اجی مجھے تو اس کی خبر نہیں۔ اس کا کوئی ثبوت بھی ہے۔“

بیرم: ”ثبوت کیوں نہیں ہے۔ اپنے سرداروں کی ڈھالیں دیکھئے۔ ان کی گدیوں میں بادشاہ کے فرمان ہیں۔ اس کے علاوہ لاکھوں فیروزیاں بادشاہ سے لی گئی ہیں۔ کیا بازار میں نہ بکی ہوں گی؟“

بیرم یہ پھلجھڑی چھوڑ کر چلتا بنا۔ پر راؤ جی پھیر میں پڑ گئے۔ آدمی بھیج کر فیروزیوں کا پتہ چلایا تو وہ سب رئیسوں کے پاس نکلیں۔ ان سے پوچھا تو جواب ملا کہ اپنے ہی آدمی بیچ گئے ہیں۔

دوسرے دن جب وہ سردار مجھڑے کو آئے تو راؤ جی نے ان کے پاس نئی نئی ڈھالیں دیکھ کر کہا یہ کہاں سے آئیں۔ جواب ملا کہ بیوپاریوں سے خریدی گئی ہیں۔ راؤ جی نے دیکھنے کہ بہانے سے سب ڈھالیں رکھ لیں۔ دربار برخواست ہو جانے کے بعد انہیں چروا کر دیکھا تو وہی فرمان ملے جن کا ذکر بیرم نے کیا تھا۔ منشی بلوا کر پڑھوایا تو مضمون بھی وہی نکلا۔ اب یقین کامل ہو گیا کہ سردار لوگ تجھے ضرور وغا دیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ بیرم جی کی چال کام کر گئی۔ مگر اس کا باعث یہ نہیں تھا کہ چال بذات خود اچھی تھی بلکہ اس کے کہ راؤ جی کو اپنے سرداروں پر پہلے ہی سے کچھ شبہ تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ کل سرداروں کی ڈھالوں میں فرمان دیکھ کر فوراً تار جاتے کہ مجھے دھوکہ دیا گیا ہے۔ یہ کیوں کر ممکن ہو سکتا تھا کہ سب سردار ڈھالوں ہی میں یہ فرمان چھپاتے۔ کیا انہیں اور کوئی جگہ نہ ملتی تھی اور پھر سب کے سب نئی ڈھالیں! یہ تیکے راؤ جی کے ذہن میں نہ آئے۔ مگر رام سے تو پہلے ہی بدشمن ہو رہے تھے۔ اب سرداروں پر سے بھی اعتبار جاتا رہا۔ اسی دم حکم دیا کہ فوج یہاں سے کوچ کرے۔

اس حکم نے تمام فوج میں کھلبلی مچا دی۔ پر جوش راجپوت اپنے اپنے ارمان نکالنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کوئی تلوار صاف کر رہا تھا۔ کوئی تیرومان پر مشق کر رہا تھا۔